تفسیر معوذات

(سورۃ الاخلاص، الفلق اور الناس)

مختلف علماء کرام

ترجمہ وترتیب: طارق علی بروہی

مصدر: تفسیر علامہ ابن عثیمین و التفسیر المُیَسَّرُ۔

پیشکش: توحیدِ خالص ڈاٹ کام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر سورۃ الاخلاص

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمۃ اللہ علیہ

شانِ نزول

اس سورۃ کے سبب نزول کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ مشرکین یا یہود نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہمارے لیے اپنے رب کی صفات بیان کرو؟ جس پر اللہ تعالی نے یہ سورۃ نازل فرمائی۔

تفسیر سورۂ اخلاص

القرآن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(اللہ کے نام سے جو رحمن ورحیم ہے)

تفسیر:

بسم اللہ کے متعلق کلام ہم تفسیر میں پہلے بیان کر چکے ہیں[1]۔

القرآن

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾

(کہو وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا، اور اس کا ہمسر و ہم پلہ بھی کوئی نہیں)

تفسیر:

فرمان الہی: "قُلْ" میں خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے بھی اور "هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" میں "هُوَ" معربین کے نزدیک ضمیرِ شان ہے اور لفظ جلالہ "اللّٰهُ" مبتداء کی خبر ہے اور "اَحَدٌ" خبر ثانی ہے۔ "اللّٰهُ اَحَدٌ" یعنی جس کے بارے میں تم بات کر رہے ہو اور سوال کر رہے ہو وہ "اَحَدٌ" ہے یعنی اپنی عظمت و جلالت میں یکتا و اکیلا ہے، اس کا کوئی مثیل ہے نہ شریک، بلکہ وہ اپنی جلالت و عظمت کے ساتھ تنہاء و اکیلا ہے۔

"اَللّٰهُ الصَّمَدُ" ایک مستقل جملہ ہے۔ اللہ تعالی نے بیان فرمایا کہ وہ "الصَّمَدُ" ہے جس کے معنی کے بارے میں سب سے عمدہ بات جو کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ: وہ اپنی صفات میں کامل ہے کہ جس کی جانب تمام مخلوقات محتاج ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: الصمد وہ ہے جو اپنی علم میں کامل، اپنی حلم (بردباری) میں کامل، اپنی عزت میں کامل، اپنی قدرت میں کامل ہو اور آخر تک جو صفات اس اثر میں بیان کی گئی ہیں۔ اس کا معنی ہے کہ وہ اپنی تمام مخلوقات سے مستغنی و بے نیاز ہے کیونکہ وہ کامل ہے۔ اور اس کی تفسیر میں یہ بھی آیا ہے کہ الصمد وہ ہے جس کی جانب تمام خلائق اپنی حاجتوں کے لیے رجوع کرتی ہے۔ یعنی تمام مخلوقات اس کی جناب میں فقیر ہیں۔ اس کے مطابق الصمد کا ایک جامع معنی یہ ہوا کہ: اپنی صفات میں کامل کہ جس کی جانب تمام مخلوقات فقیر و محتاج ہیں۔

"لَمْ يَلِدْ" کیونکہ اس جلا و علا کا کوئی مثیل نہیں۔ جبکہ اولاد باپ سے ہی مشتق ہوتی ہے اور اسی کا جزء ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا:

---

[1] دیکھیں ہماری ویب سائٹ پر تفسیر سورۂ فاتحہ از علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

”إِنَّهَا بَضْعَةٌ مِنِّي“[2]

(یہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے یعنی یہ میری لخت جگر ہے)۔

اللہ تعالی کا کوئی مثیل نہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ انسان کی اولاد اس لیے ہوتی ہے کہ وہ ان کا محتاج ہوتا ہے یا دنیاوی جھمیلوں میں معاونت کے لیے، یا اپنی نسل کے بقاء کے لیے۔ جبکہ اللہ تعالی اس سے مستغنی ہے۔ لہذا اس نے کسی کو نہیں جنا کیونکہ اس کا کوئی مثیل نہیں اور کیونکہ وہ ہر ایک سے مستغنی ہے۔ اللہ تعالی نے دوسرے مقام پر اس کے یہاں ولادت کے محال ہونے کی جانب اشارہ فرمایا کہ:

﴿اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۭ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾(الانعام: 101)

(اللہ تعالیٰ کے اولاد کہاں ہوسکتی ہے حالانکہ اس کی کوئی بیوی تو ہے نہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا

اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے)

پس اولاد محتاج ہے ایک ماں کی جو اسے جنے۔ اسی طرح سے وہ ہر چیز کا خالق ہے، پس جب وہ ہر چیز کا خالق ہے تو ہر چیز اس سے منفصل اور الگ ہے۔ اور فرمان الہی ”لَمْ يَلِدْ“ میں بنی آدم میں سے تین منحرف گروہوں پر رد ہے اور وہ ہیں: مشرکین، یہود اور نصاری۔ کیونکہ مشرکین نے فرشتوں کو جو کہ رحمن کے بندے ہیں لڑکیاں بنادیا اور کہا کہ فرشتے اللہ تعالی کی بیٹیاں ہیں۔ اور یہود نے کہا سیدنا عزیر علیہ الصلاۃ والسلام اللہ تعالی کے بیٹے ہیں۔ جبکہ نصاری نے کہا سیدنا مسیح علیہ الصلاۃ والسلام اللہ تعالی کے بیٹے ہیں۔ پس اللہ تعالی نے ان سب کو اپنے اس قول سے جھٹلا دیا کہ ”لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ“ (نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا) کیونکہ اللہ تعالی ہی اول ہے کہ جس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی، پھر وہ کیسے مولود (پیدا کیا گیا) ہوسکتا ہے؟!۔

فرمایا ”وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ“ یعنی اس کا اس کی تمام صفات میں کوئی مساوی بھی نہیں۔ پس اللہ تعالی نے اپنے آپ سے والد یا مولود یا اس کا کوئی مثیل ہونے کی نفی فرمائی۔

---

[2] صحیح بخاری 3714، صحیح مسلم 2449۔

سورۂ اخلاص کی فضیلت

اس سورۃ کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”إِنَّهَا تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ“[3]

(یہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے)۔

اس کے برابر ہے مگر اس کے قائم مقام نہیں۔ یعنی ایک تہائی قرآن کے برابر ہے مگر ایک تہائی قرآن کے قائم مقام نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر انسان اسے اپنی فرض نماز میں تین بار دہرائے تو یہ اسے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی فرضیت سے کفایت نہیں کرے گی۔ حالانکہ اگر کسی نے اسے تین بار پڑھا تو گویا کہ اس نے مکمل قرآن پڑھ لیا، لیکن یہ اس کی جگہ کفایت نہیں کرے گی۔ اور یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں کہ کوئی چیز کسی دوسری چیز کے برابر تو ہو مگر اس کی جگہ کفایت نہ کرے۔ یہ حدیث دیکھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ:

”من قال لا إله إلا الله وحده لا شريك له. له الملك وله الحمد، وهو على كل شيء قدير، فكأنما أعتق أربعة أنفس من بني إسماعيل، أو من ولد إسماعيل“[4]

(جو کوئی لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ کہے گا تو گویا کہ اس نے بنی اسماعیل یا ولد اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام میں سے چار لوگوں کو آزاد کیا)۔

لیکن اس کے باوجود اگر اس کے ذمے غلام آزاد کرنے کا کفارہ ہو اور وہ یہ ذکر پڑھ لے تو وہ اسے کفارے کے بدلے میں کفایت نہیں کرے گا۔ لہذا ثابت ہوا کہ یہ لازم نہیں کہ کوئی چیز کسی چیز کے برابر ہو تو کفایت کرنے میں بھی اس کے قائم مقام ہو۔
نبی کریم ﷺ اس سورۃ کو فجر اور مغرب کی سنتوں کی آخری رکعت میں، اسی طرح سے طواف کی دو رکعتوں میں سے آخری

---

[3] صحیح بخاری 5014، صحیح مسلم 813۔

[4] صحیح مسلم 2696 کے الفاظ ہیں: ”مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ عَشْرَ مِرَارٍ، كَانَ كَمَنْ أَعْتَقَ أَرْبَعَةَ أَنْفُسٍ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ“ (جس نے یہ کلمہ کہا دس بار کہا تو۔۔۔)(توحید خالص ڈاٹ کام)

اور وتر کی آخری رکعت میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالی کے لیے تمامِ اخلاص پر مبنی ہے، اسی لیے اسے سورۂ اخلاص کہا جاتا ہے۔

التفسير المُيَسَّرُ

تفسیر سورۃ الاخلاص

﴿بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾

(شروع اللہ تعالی کے نام سے جو وسیع رحمت والا اور رحم فرمانے والا ہے)

﴿قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (الاخلاص:1)

(آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے)

اے رسول! آپ فرما دیجئے: وہ اللہ اکیلا ہے اپنی الوہیت میں، ربوبیت میں اور اسماء وصفات میں، کوئی بھی ان میں اس کا شریک نہیں۔

﴿اَللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ (الاخلاص:2)

(اللہ بے نیاز ہے)

اللہ وہ ہے جو اپنی صفات شرف، بزرگی اور عظمت میں کامل ہے، جس کا قصد تمام مخلوقات اپنی حاجت روائی اور رغبتوں کے لیے کرتی ہیں۔

﴿لَمۡ یَلِدۡ ۙ وَ لَمۡ یُوۡلَدۡ﴾ (الاخلاص:3)

(نہ اس نے کسی کو جنا، نہ وہ جنا گیا)

اس کی کوئی اولاد نہیں، نہ والد ہے اور نہ ہی بیوی۔

﴿وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ﴾ (الاخلاص:4)

(اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے)

اس کی مخلوق میں سے کوئی اس کا مماثل ومشابہ نہیں، نہ اس کے اسماء میں، نہ صفات میں اور نہ ہی اس کے افعال میں، وہ بہت بابرکت اور بلند اور پاک ومنزہ ہے۔

تفسیر سورۃ الفلق

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ

القرآن

﴿بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ﴾

(اللہ کے نام سے جو وسیع رحمت والا اور رحم کرنے والا ہے)

بسملہ پر کلام پہلے گزر چکا ہے[5]۔

القرآن

﴿قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ﴾(الناس:1)

(کہو میں پو پھٹنے (صبح) کے رب کی پناہ پکڑتا ہوں)

تفسیر:

"قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ" رب الفلق اللہ تعالی ہے۔ اور الفلق کہتے ہیں صبح کے پھٹنے (ظاہر ہونے) کو۔ اور جائز ہے کہ اسے اس سے بھی زیادہ عام مانا جائے کہ الفلق ہر وہ چیز ہے جو اللہ تعالی پھاڑ کر نمودار کرتا ہے چاہے صبح ہو، دانے ہوں یا گٹھلیاں ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الۡحَبِّ وَالنَّوٰى﴾(الانعام:95)

(بے شک اللہ دانے اور گٹھلیوں کو پھاڑنے والا ہے)

---

5 دیکھیں تفسیر سورۂ فاتحہ از شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ۔ (توحید خالص ڈاٹ کام)

اور فرمایا:

﴿فَالِقُ الْإِصْبَاحِ﴾(الانعام:96)

(صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے)

القرآن

﴿مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ﴾(الفلق:2)

(ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی)

تفسیر:

"مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ" یعنی تمام مخلوقات کے شر سے یہاں تک کہ اپنے نفس کے شر سے بھی، کیونکہ نفس برائی کا حکم دیتا ہے نفسِ امارہ۔ جب آپ کہتے ہیں کہ ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا فرمائی تو سب سے پہلے جو اس میں داخل ہے وہ آپ کا اپنا نفس ہے۔ جیسا کہ خطبۂ حاجہ میں آیا ہے:

"نَعُوذُ بِاللهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا"[6]

(ہم اللہ تعالی سے اپنے نفسوں کے شر سے پناہ طلب کرتے ہیں)۔

اور اللہ تعالی کا یہ فرمان کہ: "مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ" یہ شیاطین الانس والجن اور زہریلے جانور وغیرہ سب کو شامل ہے۔

القرآن

﴿وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ﴾(الفلق:3)

[6] صحیح النسائی 3277، صحیح ابن ماجہ 1548، صحیح ابی داود 2118، صحیح الترمذی 1105۔

(اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے)

تفسیر:

"وَمِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ" الغاسق کے مطلب کے بارے میں کہا گیا کہ اس سے مراد رات ہے، اور یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد چاند ہے۔ جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ اِس کے لیے اور اُس کے لیے دونوں کے لیے عام ہے۔ جہاں تک اس سے رات ہونا مراد ہے تو اس کی وجہ یہ فرمان الہی ہے:

﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوۡكِ الشَّمۡسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيۡلِ﴾(الاسراء:78)

(نماز قائم کرو سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک)

اور رات کو زہریلے جانور وحشرات الارض کثرت سے پھیل جاتے ہیں اسی لیے الغاسق یعنی رات کے شر سے پناہ طلب کی گئی۔

اور جہاں تک اس سے مراد چاند ہونے کا تعلق ہے تو یہ نبی کریم ﷺ سے مروی ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو چاند دکھایا اور فرمایا:

"هٰذَا هُوَ الْغَاسِقُ"[7]

(یہ الغاسق ہے)۔

یہ اس لیے غاسق ہے کیونکہ اس کی اصل حکمرانی رات کو ہی ہوتی ہے۔ اور فرمان الہی: "وَمِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ" معطوف ہے "مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ" پر، جو کہ عام پر خاص عطف کے باب میں سے ہے۔ کیونکہ الغاسق بھی اللہ تعالی کی مخلوقات میں سے ہے۔

اور یہ فرمان کہ: "اِذَا وَقَبَ" یعنی جب وہ داخل ہو۔ پس رات جب اپنے اندھیرے کے ساتھ داخل ہوتی ہے تو وہ غاسق ہے،

---

7 صحیح ترمذی 3366۔

اسی طرح سے چاند جب اپنے نور کی ضیاء افشانی کرتا ہے تو وہ غاسق ہے۔اور یہ رات کے سوا نہیں ہوتا۔

القرآن

﴿وَمِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ﴾(الفلق:4)

(اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے)

تفسیر:

"النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ" یعنی جادوگرنیاں۔ رسی وغیرہ کی گرہ باندھتی ہیں۔ اس طلسم وجادو کو پڑھتی جاتی ہیں اور ہر گرہ پر شیاطین کے نام کے ساتھ پھونک مارتی جاتی ہیں، پھر گرہ باندھتی ہیں اور پھر پھونک مارتی ہیں، پھر گرہ باندھتی ہیں اور پھر پھونک مارتی ہیں۔ اور وہ اپنے خبیث نفس کے ساتھ کسی معین شخص پر اثر انداز ہونا چاہتی ہیں اور یہ جادو اس شخص پر اثر کرتا جس کا وہ ارادہ کرتی ہیں۔ یہاں اللہ تعالی نے پھونکنے والیوں کا ذکر کیا پھونکنے والوں کا نہیں، کیونکہ غالباً جادو کی اس نوع کا استعمال عورتیں کرتی ہیں، اسی لیے فرمایا: "النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ"۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ کہا جائے اس سے مراد پھونکنے والے نفس ہیں جس میں مرد وعورتیں دونوں شامل ہیں۔

القرآن

﴿وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ﴾(الفلق:5)

(اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے)

تفسیر:

"وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ" الحاسد وہ ہوتا ہے جو کسی دوسرے پر اللہ تعالی کی نعمت کو ناپسند کرے۔ پس آپ اسے پائیں گے کہ اس کا دل تنگ ہونا شروع ہو جاتا ہے جب اللہ تعالی اس انسان (جس سے وہ حسد کرتا ہے) پر انعام کرتا ہے مال سے، جاہ سے یا علم وغیرہ سے تو وہ حسد کرتا ہے۔ لیکن حاسدین کی دو اقسام ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو اپنے دل میں کسی غیر پر اللہ کی نعمت کو

ناپسند کرتا ہے، لیکن محسود (جس سے حسد کرتا ہے) کو کچھ نہیں کرتا۔ آپ اسے اس نعمت پر غم زدہ وافسردہ پائیں گے جو اللہ تعالی نے کسی اور پر کی ہے، لیکن وہ اس شخص پر خود سے کوئی زیادتی نہیں کرتا۔ چناچہ سب شر اور مصیبت اسی حسد کرنے والے پر پڑتی ہے جو حسد کرتا ہے۔ اسی لیے فرمایا: ”اِذَا حَسَدَ“ (جب وہ حسد کرے)۔

(دوسری قسم) اور حاسد کے حسد میں سے نظر بد بھی ہے جو نظر بد لگنے والے پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جس شخص کے دل میں کسی غیر پر اللہ کی نعمتیں دیکھ کر کراہیت وناپسندیدگی ہوتی ہے تو اس احساس کی وجہ سے اس کے (معنوی طور پر) خبیث نفس سے کچھ نکلتا ہے جس کا وصف ہم بیان نہیں کرسکتے کیونکہ وہ مجہول ہوتا ہے۔ پس سامنے والا نظر بد کا شکار ہوجاتا ہے۔ جس پر یہ مسلط ہوجائے کبھی تو اسے موت بھی آجاتی ہے، کبھی بیمار ہوجاتا ہے، کبھی پاگل ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ حاسد ریل گاڑی تک پر مسلط ہوکر اس کے رک جانے کا سبب بن سکتا ہے، اور کبھی گاڑی کو نظر بد سے توڑ پھوڑ کا شکار کرسکتا ہے یا معطل کرسکتا ہے، اور کبھی آب پاشی وکھیتی باڑی تک کو نقصان پہنچاسکتا ہے۔ نظر بد حق ہے جو اللہ تعالی کے حکم سے لگ جاتی ہے۔

اللہ تعالی نے رات کے اندھیرے سے جب وہ چھا جائے، گرہوں پر پھونکنے والیوں اور حاسد جب وہ حسد کرے کا ذکر فرمایا کیونکہ ان تینوں احوال میں بلاء ومصیبت خفیہ ہوتی ہے۔ رات ایک پردہ ہے:

﴿وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی﴾ (اللیل: 1)

(قسم ہے رات کی جب وہ اپنے پردے سے چھا جائے)

اس میں شر چھپا ہو جس کا علم نہ ہو۔

”النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ“ اسی طرح سے سحر (جادو) مخفی ہوتا ہے جس کا علم نہیں ہوپاتا۔

”وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ“ نظر بد لگانے والا بھی مخفی ہوتا ہے۔ ایک ایسے شخص کی طرف سے نظر بد لگ جاتی ہے جسے آپ سب سے محبوب سمجھتے ہیں اور آپ بھی اسے سب سے زیادہ محبوب ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ آپ کو نظر بد لگا جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالی نے ان تین باتوں کو خاص فرمایا ہے: الغاسق إذا وقب، والنفاثات في العقد، والحاسد إذا حسد ورنہ تو یہ اللہ تعالی کے اس فرمان میں پہلے ہی داخل تھیں کہ: ﴿مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ﴾ (الفلق: 2) (ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی)۔

اگر کہنے والا کہے کہ ان تین قسم کے شرور سے کس طرح سے خلاصی حاصل کی جاسکتی ہے؟

ہم کہیں گے: اس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنا دل اپنے رب سے جوڑے رکھے، اپنے تمام امور اسی کے سپرد کردے، توکل علی اللہ کی حقیقی تصویر بنے، اور ان شرعی اوراد واذکار کی پابندی کرے جس سے وہ اپنے نفس اور ان چیزوں کے شر سے اپنی حفاظت کرے۔ آخر کچھ برسوں سے کتنی ہی ان جادوگروں، حاسدین اور ان جیسے دیگر کی باتیں سننے میں آتی ہیں جس کا سبب یہی اللہ تعالی کے بارے میں غفلت ہے، ورنہ تو ہم جانتے ہیں کہ یہ شرعی اوراد واذکار بہت مضبوط قلعہ ہیں یاجوج وماجوج کے بند سے بھی زیادہ۔ لیکن صد افسوس بہت سے لوگ ان اوراد واذکار میں سے کچھ نہیں جانتے، اور جو جانتے ہیں وہ بہت غفلت ولاپرواہی سے کام لیتے ہیں، اور جو پڑھ بھی لیں تو دل ان کا غافل رہتا ہے۔ جبکہ یہ تمام باتیں نقص ہیں۔ اگر انسان ان اوراد واذکار کو جس طرح سے شریعت میں آئے ہیں بالکل اسی طرح سے استعمال کرتا ہے تو بہت سے شرور ومصائب سے سلامتی میں رہتا ہے۔ ہم اللہ تعالی سے عافیت وسلامتی کا سوال کرتے ہیں۔

التفسير المُيَسَّرُ
تفسیر سورۃ الفلق

﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾

(شروع اللہ تعالی کے نام سے جو وسیع رحمت والا اور رحم فرمانے والا ہے)

﴿قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ﴾(الفلق:1)

(کہو میں پو پھٹنے (صبح) کے رب کی پناہ پکڑ تا ہوں)

اے رسول! آپ فرمادیجئے: میں الفلق یعنی صبح کے رب کی پناہ طلب کر تا ہوں اور اس کا مضبوط سہارا پکڑ تا ہوں۔

﴿مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ﴾(الفلق:2)

(ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی)

تمام مخلوقات اور ان کی ایذا رسانی کے شر سے۔

﴿وَمِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ﴾(الفلق:3)

(اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے)

اور شدید اندھیری رات کے شر سے جب وہ داخل ہو جائے اور سرایت کر جائے، اور جو کچھ اس میں شر اور موذی چیزیں ہیں۔

﴿وَمِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ﴾(الفلق:4)

(اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے)

اور ان جادوگرنیوں کے شر سے جو جادو کے لیے گٹھان لگاتی ہیں اور ان میں پھونکتی ہیں۔

﴿وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ﴾(الفلق:5)

(اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے)

لوگوں سے حسد کرنے والے اور بغض رکھنے والے سے، جب وہ ان نعمتوں پر حسد کرے جو اللہ تعالی نے کسی کو عطاء کی ہیں، ان کا زوال چاہے اور انہیں اذیت میں ڈالنے کا خواہاں ہو۔

تفسیر سورۃ الناس

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ

القرآن

﴿بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ﴾

(اللہ کے نام سے جو وسیع رحمت والا اور رحم کرنے والا ہے)

بسملہ پر کلام پہلے گزر چکا ہے[8]۔

القرآن

﴿قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾(الناس:1)

(کہو میں پناہ پکڑتا ہوں لوگوں کے رب کی)

تفسیر:

"قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ" لوگوں کے رب کی پناہ جو کہ اللہ تعالی ہے جو لوگوں اور ان کے علاوہ سب کا رب ہے۔ لوگوں کا رب ہے، فرشتوں کا رب ہے، جنات کا رب ہے، آسمانوں کا رب ہے، زمین کا رب ہے، چاند کا رب ہے اور ہر چیز کا رب ہے لیکن یہاں مناسبت سے لوگوں کے رب کے ساتھ مخصوص فرمایا۔

القرآن

﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾(الناس:2)

---

8 دیکھیں تفسیر سورۂ فاتحہ از شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ۔(توحید خالص ڈاٹ کام)

(لوگوں کے بادشاہ کی)

تفسیر:

”مَلِكِ النَّاسِ“ یعنی ایسا بادشاہ جس کا لوگوں پر اقتدارِ اعلیٰ ہے اور وہ ان کے بارے میں کامل تصرف رکھتا ہے، وہ اللہ عزوجل ہے۔

القرآن

﴿اِلٰهِ النَّاسِ﴾(الناس:3)

(لوگوں کے معبودِ حقیقی کی)

تفسیر:

”اِلٰهِ النَّاسِ“ یعنی لوگوں کے معبود کی جس کی محبت وتعظیم کے ساتھ عبادت کی جاتی ہے۔ پس معبود برحق جس سے دل لو لگاتے ہیں، محبت کرتے اور اس کی تعظیم کرتے ہیں، وہ اللہ عزوجل ہے۔

القرآن

﴿مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۬ۙ الۡخَنَّاسِ، الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ، مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ﴾(الناس:4-6)

(وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے، جو اللہ کے ذکر سے پیچھے ہٹ جاتا ہے، وہ جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، جنوں اور انسانوں میں سے)

تفسیر:

”الۡوَسۡوَاسِ“ علماء کرام فرماتے ہیں: یہ مصدر ہے جس سے مراد اسم فاعل ہے یعنی الموسوس (وسوسہ گر) اور وسوسہ کہتے ہیں دل میں ایسے افکار، اوہام اور تخیلات کا القاء جن کی کوئی حقیقت نہیں۔

"الْخَنَّاسِ" یعنی جو اللہ کے ذکر سے پیچھے ہٹ جاتا ہے، چھپ جاتا ہے، بھاگ جاتا ہے جو کہ شیطان ہے۔اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ، فَإِذَا قَضَى النِّدَاءَ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ، حَتَّى إِذَا قَضَى التَّثْوِيبَ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ، يَقُولُ اذْكُرْ كَذَا اذْكُرْ كَذَا لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلُ لَا يَدْرِي كَمْ صَلَّى"[9]

(جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹ پھیر کر ریح خارج کرتا ہوا بھاگ کھڑا ہوتا ہے تاکہ اذان نہ سنے۔ پھر جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو آجاتا ہے پھر جب نماز کے لیے اقامت کہی جاتی ہے تو بھاگ جاتا ہے، پھر جب اقامت بھی ختم ہو جاتی ہے تو آجاتا ہے یہاں تک کہ آدمی اور اس کے نفس کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور کہتا ہے فلاں چیز یاد کرو، فلاں چیز یاد کرو، جو اسے پہلے یاد نہ تھی وہ یاد دلاتا ہے حتی کہ انسان کو یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھ لی ہیں)۔

اسی لیے ایک اثر میں آیا ہے کہ:

"إِذَا تَغَوَّلَتِ الْغِيلَانُ، فَبَادِرُوا بِالْأَذَانِ"[10]

(جب غیلان (شیطان، بھوت، پریت) تخیل میں ڈالے تو اذان میں جلدی کرو)۔

اور غیلان وہ شیاطین ہوتے ہیں جو مسافروں کو سفر میں تخیلات میں مبتلا کر دیتے ہیں جیسے کوئی خوفناک چیز ہو یا کوئی دشمن ہو یا اس جیسی دوسری اشیاء، لیکن جب انسان تکبیر کہتا ہے تو یہ دور ہو جاتے ہیں۔

فرمان الہی: "مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ" یعنی وساوس جنات کی طرف سے بھی ہوتے ہیں اور بنی آدم کی طرف سے بھی۔ جہاں تک جن کے وسوسے کا تعلق ہے تو وہ ظاہر ہے کیونکہ وہ بنی آدم میں خون کی گردش کی طرح دوڑتا ہے۔ اور جہاں تک بنی آدم کے وسوسے کا تعلق ہے تو کتنے ہی لوگ ایک انسان کے پاس شر کی باتیں القاء کرنے آتے ہیں اور اسے اس کے دل میں مزین بنا کر

---

9 صحیح بخاری 608۔

10 شرح السنۃ 3251۔

پیش کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس کلام کو بطور حقیقت کے لے لیتا ہے اور اس کی طرف پھر جاتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر آتے تو ان تین سورتوں: الاخلاص، الفلق اور الناس کو پڑھ کر اپنی ہتھیلیوں میں پھونکتے اور اپنے چہرے پر پھیرتے، اور بدن پر جہاں تک ہاتھ پہنچتے پھیرتے تھے۔ اور کبھی انہیں پنج وقتہ نماز کے بعد پڑھتے۔ لہذا ایک انسان کو چاہیے کہ وہ اس سنت کی اتباع کرے اور ان سورتوں کو ان مواقع پر تلاوت کرے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔

التفسير المُيَسَّرُ

تفسیر سورۃ الناس

﴿بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ﴾

(شروع اللہ تعالی کے نام سے جو وسیع رحمت والا اور رحم فرمانے والا ہے)

﴿قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾(الناس:1)

(کہو میں پناہ پکڑتا ہوں لوگوں کے رب کی)

اے رسول! آپ فرمادیجئے: میں پناہ طلب کرتا ہوں اور مضبوط سہارا پکڑتا ہوں لوگوں کے رب کا، جو اکیلا قادر ہے کہ وسوسوں کے شر کو دور کرسکے۔

﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾(الناس:2)

(لوگوں کے بادشاہ کی)

لوگوں کا بادشاہ، جو ان کے تمام امور میں تصرف فرماتا ہے، اور وہ ان سے غنی وبے نیاز ہے۔

﴿اِلٰهِ النَّاسِ﴾(الناس:3)

(لوگوں کے معبودِ حقیقی کی)

لوگوں کا ایسا معبود کہ جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں۔

﴿مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۙ الۡخَنَّاسِ﴾ (الناس: 4)

(وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے، جو اللہ کے ذکر سے پیچھے ہٹ جاتا ہے)

اس شیطان کی ایذارسانی سے جو غفلت کے وقت وسوسے ڈالتا ہے، اور اللہ تعالی کا ذکر کرنے سے چھپ جاتا ہے۔

﴿الَّذِىۡ يُوَسۡوِسُ فِىۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ﴾ (الناس: 5)

(وہ جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے)

جو شر اور شکوک کو لوگوں کے سینوں میں ڈالتا ہے۔

﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾(الناس:6)

(جنوں اور انسانوں میں سے)

شیاطین جن وانس میں سے۔

تصدیق نامہ

مندرجہ بالا مواد توحیدِ خالص ڈاٹ کام کی جانب سے نظر ثانی کیا گیا ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس میں کتاب وسنت اور فہم سلف صالحین کے مخالف کوئی بات مندرج نہیں۔ آپ اگر ٹائپنگ وغیرہ میں کوئی بھی غلطی محسوس کریں تو ضرور مطلع فرمائیں۔ اسی طرح سے اگر ترجمے میں کسی بھی قسم کی غلطی، تضاد، نقص یا ابہام پائیں، یا پھر اصل عربی متن کے مقتضیٰ کے خلاف کوئی اور معنی ومفہوم بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہو، یا پھر تیار کردہ مواد میں کوئی بھی بات قرآن وسنت اور فہم سلف صالحین کے خلاف ہو تو ضرور ہمیں مطلع فرمائیں info@tawheedekhaalis.com اور براہ مہربانی غلطی کی نشاندہی مکمل حوالے کے ساتھ کی جائے تاکہ فوری اصلاح ممکن ہو۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ ہم میں سے کوئی آپ کے دینی مسائل کا جواب یا فتویٰ دینے کا مجاز نہیں بلکہ اس سلسلے میں علماء کرام سے براہ راست رابطہ کیا جائے۔ البتہ اگر آپ کے پاس کوئی مفید تجاویز ہوں تو ہم اس پر ضرور غور کریں گے۔